ابن شہاب زہری اور امام لیث بن سعد رحمہم اللہ کے خط کی بابت غامدی صاحب کی عظیم خیانت

کاوش محمد مدثر علی راؤ

قارئین کرام! جیسا کہ آپ حضرات کو معلوم ہے کہ غامدی صاحب قرآن مجید کی صرف ایک قراءت کو تسلیم کرتے ہیں اس کے علاوہ بقیہ تمام قراءات کو عجم کا فتنہ قرار دیتے ہیں لہٰذا اسی سلسلہ میں غامدی صاحب نے اپنے اس باطل مؤقف کی تائید میں اپنی کتاب ''میزان'' کے صفحہ 31 پر قراءات کے حوالے سے صحاح میں جو احادیث مبارکہ موجود ہیں انکے متعلق لکھتے ہیں کہ...

"صحاح میں یہ (احادیث۔ناقل) اصلاً ابن شہاب زہری کی وساطت سے آئی ہیں۔ آئمہ رجال انہیں تدلیس اور ادراج کا مرتکب تو قرار دیتے ہیں، اس کے ساتھ اگر ان کے وہ خصائص بھی پیش نظر رہیں جو امام لیث بن سعد نے امام مالک کے نام اپنے ایک خط میں بیان فرمائے ہیں تو ان کی کوئی روایت بھی اِس طرح کے اہم معاملات میں قابل قبول نہیں ہو سکتی۔"

(ملاحظہ فرمائیں میزان طبع پنجم دسمبر 2009 صفحہ 31)

(نیز ملاحظہ فرمائیں سکین نمبر 1 اور 2)

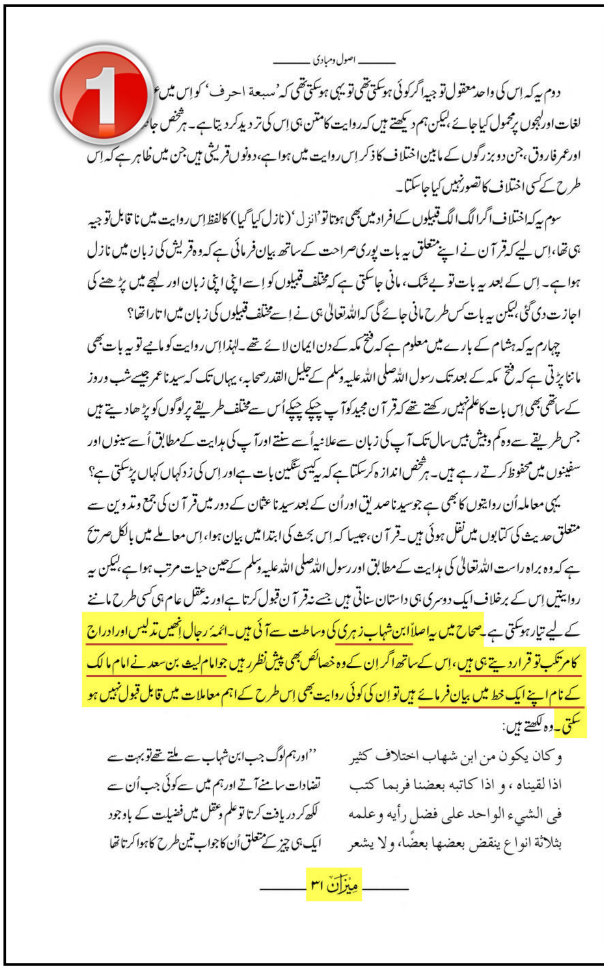

1

دوم یہ کہ اِس کی واحد معقول توجیہ اگر کوئی ہو سکتی تھی تو یہی ہو سکتی تھی کہ 'سبعة احرف' کو اِس میں ع... لغات اور لہجوں پر محمول کیا جائے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ روایت کا متن ہی اِس کی تردید کر دیتا ہے۔ ہر شخص جان... اور عمر فاروق، جن دو بزرگوں کے مابین اختلاف کا ذکر اِس روایت میں ہوا ہے، دونوں قریشی ہیں جن میں ظاہر ہے کہ اِس طرح کے کسی اختلاف کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

سوم یہ کہ اختلاف اگر الگ الگ قبیلوں کے افراد میں بھی ہوتا تو 'انزل' (نازل کیا گیا) کا لفظ اِس روایت میں ناقابل توجیہ ہی تھا، اِس لیے کہ قرآن نے اپنے متعلق یہ بات پوری صراحت کے ساتھ بیان فرمائی ہے کہ وہ قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ اِس کے بعد یہ بات تو بے شک، مانی جا سکتی ہے کہ مختلف قبیلوں کو اِسے اپنی اپنی زبان اور لہجے میں پڑھنے کی اجازت دی گئی، لیکن یہ بات کس طرح مانی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ ہی نے اِسے مختلف قبیلوں کی زبان میں اتارا تھا؟

چہارم یہ کہ ہشام کے بارے میں معلوم ہے کہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے تھے۔ لہٰذا اِس روایت کو مانیے تو یہ بات بھی ماننا پڑتی ہے کہ فتح مکہ کے بعد تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ، یہاں تک کہ سیدنا عمر جیسے شب و روز کے ساتھی بھی اِس بات کا علم نہیں رکھتے تھے کہ قرآن مجید کو آپ چپکے چپکے اُس سے مختلف طریقے پر لوگوں کو پڑھا دیتے ہیں جس طریقے سے وہ کم و بیش بیس سال تک آپ کی زبان سے علانیہ اُسے سنتے اور آپ کی ہدایت کے مطابق اُسے سینوں اور سفینوں میں محفوظ کرتے رہے ہیں۔ ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ یہ کیسی سنگین بات ہے اور اِس کی زد کہاں کہاں پڑ سکتی ہے؟

یہی معاملہ اُن روایتوں کا بھی ہے جو سیدنا صدیق اور اُن کے بعد سیدنا عثمان کے دور میں قرآن کی جمع و تدوین سے متعلق حدیث کی کتابوں میں نقل ہوئی ہیں۔ قرآن، جیسا کہ اِس بحث کی ابتدا میں بیان ہوا، اِس معاملے میں بالکل صریح ہے کہ وہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حین حیات مرتب ہوا ہے، لیکن یہ روایتیں اِس کے برخلاف ایک دوسری ہی داستان سناتی ہیں جسے نہ قرآن قبول کرتا ہے اور نہ عقل عام ہی کسی طرح ماننے کے لیے تیار ہو سکتی ہے۔ صحاح میں یہ اصلاً ابن شہاب زہری کی وساطت سے آئی ہیں۔ ائمۂ رجال اِنھیں تدلیس اور ادراج کا مرتکب تو قرار دیتے ہی ہیں، اِس کے ساتھ اگر اِن کے وہ خصائص بھی پیش نظر رہیں جو امام لیث بن سعد نے امام مالک کے نام اپنے ایک خط میں بیان فرمائے ہیں تو اِن کی کوئی روایت بھی اِس طرح کے اہم معاملات میں قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ وہ لکھتے ہیں:

و کان یکون من ابن شھاب اختلاف کثیر اذا لقیناہ ، و اذا کاتبه بعضنا فربما کتب فی الشيء الواحد علی فضل رأیه و علمه بثلاثة انواع ینقض بعضھا بعضًا، و لا یشعر

''اور ہم لوگ جب ابن شہاب سے ملتے تھے تو بہت سے تضادات سامنے آتے اور ہم میں سے کوئی جب اُن سے لکھ کر دریافت کرتا تو علم و عقل میں فضیلت کے باوجود ایک ہی چیز کے متعلق اُن کا جواب تین طرح کا ہوا کرتا تھا

اصول ومبادی

دوم یہ کہ اِس کی واحد معقول توجیہ اگر کوئی ہوسکتی تھی تو یہی ہوسکتی تھی کہ 'سبعة احرف' کو اِس میں عربوں کے مختلف لغات اور لہجوں پر محمول کیا جائے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ روایت کا متن ہی اِس کی تردید کردیتا ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ ہشام اور عمر فاروق، جن دو بزرگوں کے مابین اختلاف کا ذکر اِس روایت میں ہوا ہے، دونوں قریشی ہیں جن میں ظاہر ہے کہ اِس طرح کے کسی اختلاف کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

سوم یہ کہ اختلاف اگر الگ الگ قبیلوں کے افراد میں بھی ہوتا تو 'انزل' (نازل کیا گیا) کا لفظ اِس روایت میں ناقابل توجیہ ہی تھا، اِس لیے کہ قرآن نے اپنے متعلق یہ بات پوری صراحت کے ساتھ بیان فرمائی ہے کہ وہ قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ اِس کے بعد یہ بات تو بے شک، مانی جاسکتی ہے کہ مختلف قبیلوں کو اِسے اپنی اپنی زبان اور لہجے میں پڑھنے کی اجازت دی گئی، لیکن یہ بات کس طرح مانی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ ہی نے اِسے مختلف قبیلوں کی زبان میں اتارا تھا؟

چہارم یہ کہ ہشام کے بارے میں معلوم ہے کہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے تھے۔ لہٰذا اِس روایت کو مانیے تو یہ بات بھی ماننا پڑتی ہے کہ فتح مکہ کے بعد تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ، یہاں تک کہ سیدنا عمر جیسے شب و روز کے ساتھی بھی اِس بات کا علم نہیں رکھتے تھے کہ قرآن مجید کو آپ چپکے چپکے اُس سے مختلف طریقے پر لوگوں کو پڑھا دیتے ہیں جس طریقے سے وہ کم و بیش بیس سال تک آپ کی زبان سے علانیہ اُسے سنتے اور آپ کی ہدایت کے مطابق اُسے سینوں اور سفینوں میں محفوظ کرتے رہے ہیں۔ ہر شخص اندازہ کرسکتا ہے کہ یہ کیسی سنگین بات ہے اور اِس کی زد کہاں کہاں پڑسکتی ہے؟

یہی معاملہ اُن روایتوں کا بھی ہے جو سیدنا صدیق اور اُن کے بعد سیدنا عثمان کے دور میں قرآن کی جمع و تدوین سے متعلق حدیث کی کتابوں میں نقل ہوئی ہیں۔ قرآن، جیسا کہ اِس بحث کی ابتدا میں بیان ہوا، اِس معاملے میں بالکل صریح ہے کہ وہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حین حیات مرتب ہوا ہے، لیکن یہ روایتیں اِس کے برخلاف ایک دوسری ہی داستان سناتی ہیں جسے نہ قرآن قبول کرتا ہے اور نہ عقل عام ہی کسی طرح ماننے کے لیے تیار ہوسکتی ہے۔ صحاح میں یہ اصلاً ابن شہاب زہری کی وساطت سے آئی ہیں۔ ائمۂ رجال اِنھیں تدلیس اور ادراج کا مرتکب تو قرار دیتے ہی ہیں، اِس کے ساتھ اگر اِن کے وہ خصائص بھی پیش نظر رہیں جو امام لیث بن سعد نے امام مالک کے نام اپنے ایک خط میں بیان فرمائے ہیں تو اِن کی کوئی روایت بھی اِس طرح کے اہم معاملات میں قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ وہ لکھتے ہیں:

وكان يكون من ابن شهاب اختلاف كثير اذا لقيناه، و اذا كاتبه بعضنا فربما كتب فى الشيء الواحد على فضل رأيه وعلمه بثلاثة انواع ينقض بعضها بعضًا، ولا يشعر

''اور ہم لوگ جب ابن شہاب سے ملتے تھے تو بہت سے تضادات سامنے آتے اور ہم میں سے کوئی جب اُن سے لکھ کر دریافت کرتا تو علم و عقل میں فضیلت کے باوجود ایک ہی چیز کے متعلق اُن کا جواب تین طرح کا ہوا کرتا تھا

میزانؔ ۳۱

اصول ومبادی

بالذى مضى من رأيه فى ذلك الامر. فهو الذى يدعونى الى ترك ما انكرت تركى اياه.

(تاریخ یحییٰ بن معین، الدوری ۱۰۹/۴)

جن میں سے ہر ایک دوسرے کا نقیض ہوتا اور اُنھیں اِس بات کا احساس ہی نہیں ہوتا تھا کہ وہ اِس سے پہلے کیا کہہ چکے ہیں۔ میں نے ایسی ہی چیزوں کی وجہ سے اُنھیں چھوڑا تھا، جسے تم نے پسند نہیں کیا۔''

یہ اِن روایتوں کی حقیقت ہے، لہٰذا یہ بالکل قطعی ہے کہ قرآن کی ایک ہی قراءت ہے جو ہمارے مصا[...] ہے۔ اِس کے علاوہ اِس کی جو قراءتیں تفسیروں میں لکھی ہوئی ہیں یا مدرسوں میں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں یا [...] میں لوگوں نے اختیار کر رکھی ہیں، وہ سب اُنھی فتنوں کے باقیات ہیں جن کے اثرات سے ہمارے علوم کا کوئی شعبہ، افسوس ہے کہ محفوظ نہیں رہ سکا۔

اِن کی ابتدا ہوسکتا ہے کہ عرضۂ اخیرہ سے پہلے کی قراءت پر بعض لوگوں کے اصرار اور اُس میں راویوں کے سہو و نسیان ہی سے ہوئی ہو، لیکن بعد میں اُنھی محرکات کے تحت جو وضع حدیث کا باعث ہوئے اِن قراءتوں کے فروغ کا یہ عالم ہوا کہ بنوامیہ کی حکومت کے اختتام تک یہ دسیوں کی تعداد میں منظر عام پر آچکی تھیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابوعبید قاسم بن سلام نے، جن کی وفات ۲۲۴ھ میں ہوئی، اِن میں سے پچیس کا انتخاب اپنی کتاب میں کیا تھا۔ اِس وقت جو سات قراءتیں مشہور ہیں، یہ ابوبکر بن مجاہد نے تیسری صدی کے آخر میں کسی وقت منتخب کی تھیں۔ لہٰذا یہ بات عام طور پر مانی جاتی ہے کہ اِن کی کوئی تعداد متعین نہیں کی جاسکتی، بلکہ ہر وہ قراءت قرآن ہے جس کی سند صحیح ہو، جو مصاحف عثمانی سے احتمالاً ہی سہی، موافقت رکھتی ہو اور کسی نہ کسی پہلو سے عربیت کے مطابق قرار دی جاسکے۔ اِن میں سے بعض کو لوگ متواتر کہتے ہیں، دراں حالیکہ اِن کی جو سندیں کتابوں میں موجود ہیں، اُنھیں دیکھنے کے بعد اِس بات میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ یہ محض آحاد ہیں جن میں سے اکثر کے راوی ائمۂ رجال کے نزدیک مجروح ہیں۔ چنانچہ قرآن متواتر تو ایک طرف، اِنھیں کوئی صاحب نظر حدیث کی حیثیت سے بھی آسانی کے ساتھ قبول نہیں کرسکتا۔

الفاظ کی دلالت

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ الفاظ کی دلالت سے متعلق یہ ساری تقریر ہی محل نظر ہے۔ دنیا کی ہر زندہ زبان کے الفاظ و اسالیب جن مفاہیم پر دلالت کرتے ہیں، وہ سب متواترات پر مبنی اور ہر لحاظ سے بالکل قطعی ہوتے ہیں۔ لغت و نحو اور اِس طرح کے دوسرے علوم اِسی تواتر کو بیان کرتے ہیں۔ اِس میں نقل کرنے والوں کا صدق و کذب اور اُن کی تعداد سرے سے زیر بحث ہی نہیں ہوتی۔ جن الفاظ و اسالیب کو شاذ اور غریب کہا جاتا ہے، وہ بھی اپنے مفہوم کے لحاظ سے نہیں، بلکہ اپنے استعمال کی قلت و کثرت، اور سننے اور پڑھنے والوں کے علم و اطلاع کے لحاظ سے شاذ اور غریب کہلاتے ہیں۔ لفظ اور معنی کا سفر کبھی الگ الگ نہیں ہوتا، وہ جب تک مستعمل رہتا ہے، اپنے معنی کے ساتھ مستعمل رہتا ہے۔ ہم کسی لفظ کے

میزانؔ ۳۲

غامدی صاحب نے اپنی اس تحریر میں مستشرقین کے طریق پر عمل کرتے ہوئے ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کی ثقاہت کو ضعیف و مجروح قرار دینے کی بھرپور کوشش کی ہے اور اس کے لیے غامدی صاحب نے امام لیث بن سعد رحمہ اللہ کے اس خط کا حوالہ دیا جو انہوں نے امام مالک رحمہ اللہ کی طرف لکھا تھا۔

آیئے پہلے ہم امام لیث بن سعد رحمہ اللہ کے اس خط کی حقیقت آپ حضرات کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں جس سے آپ کو کامل یقین ہو جائے گا کہ غامدی صاحب علم کی دنیا میں کتنے بڑے خائن ہیں۔ اس کے بعد ہم آئمہ محدثین اور آئمہ فقہاء اور انکے معاصر علماء کرام کی آراء نقل کریں گے جس سے انکی ثقاہت کا بھی آپ کو علم ہو جائے گا۔

1: پہلی بات تو یہ ہے کہ غامدی صاحب نے امام لیث بن سعد رحمہ اللہ کے جس خط سے استدلال کیا وہ خط "اعلام الموقعین" کتاب میں پایا جاتا ہے اور "اعلام الموقعین" کوئی اسماء الرجال کی کتاب نہیں ہے۔ غامدی صاحب کو یہ چاہیے تھا کہ اگر ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کی شخصیت پر بحث کرنی ہی تھی تو اسماء الرجال کی کتب میں موجود آئمہ جرح و تعدیل کے اقوال کی روشنی میں کرتے۔

2: دوسری بات یہ ہے کہ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ کا وہ خط جس کا حوالہ غامدی صاحب نے دیا ہے وہ قریباً تین صفحات پر مشتمل ہے جس میں سے غامدی صاحب نے اپنی پسند کی چند سطریں اخذ کر لیں اور حقیقت کو چھپا لیا۔

جبکہ اگر امام لیث رحمہ اللہ کے اس خط کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بلکل واضح ہو جاتی ہے کہ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ نے جو خط امام مالک رحمہ اللہ کو لکھا ہے اس کا موضوع "امام لیث اور امام مالک رحمہم اللہ کے درمیان ایک فقہی مسئلہ میں علمی اختلاف ہے۔"....اور وہ یہ اختلاف ہے کہ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ کے نزدیک "عمل اہل مدینہ" کے خلاف فتویٰ دینا جائز ہے جبکہ امام مالک رحمہ اللہ اس کو ناجائز سمجھتے تھے۔

اس پر امام لیث بن سعد رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ کو خط لکھا جس میں مدینہ کے علماء کے باہمی اختلاف اور ان کی آراء کے کمزور پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا تھا اور ان علمائے مدینہ میں ایک ابن شہاب زہری رحمہ اللہ بھی تھے۔ یہ تو ایک فقہی اختلاف ہے جس کی کچھ عبارت کو جناب غامدی صاحب نے درمیان سے اٹھا لیا اور اسے امام لیث بن سعد رحمہ اللہ کی ابن شہاب زہری رحمہ اللہ پر تنقید کے عنوان سے پیش کر دیا جبکہ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ نے امام زہری رحمہ اللہ کے علم حدیث میں مقام و مرتبہ کو بیان کرتے وقت اسی مبالغے کا اظہار کیا ہے جو کہ تمام علمائے جرح وتعدیل سے منقول ہے۔

"وقال لیث: مارایت عالما قط اجمع من ابن شھاب ولا اکثر علما منہ۔"

"لیث نے کہا: کہ میں نے ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے زیادہ جامع العلوم کسی عالم کو نہیں دیکھا اور نہ ہی ان سے بڑے کسی عالم کو دیکھا ہے۔" (ملاحظہ فرمائیں کتاب التذکرۃ بمعرفۃ الرجال الکتب العشیرہ صفحہ 1594)

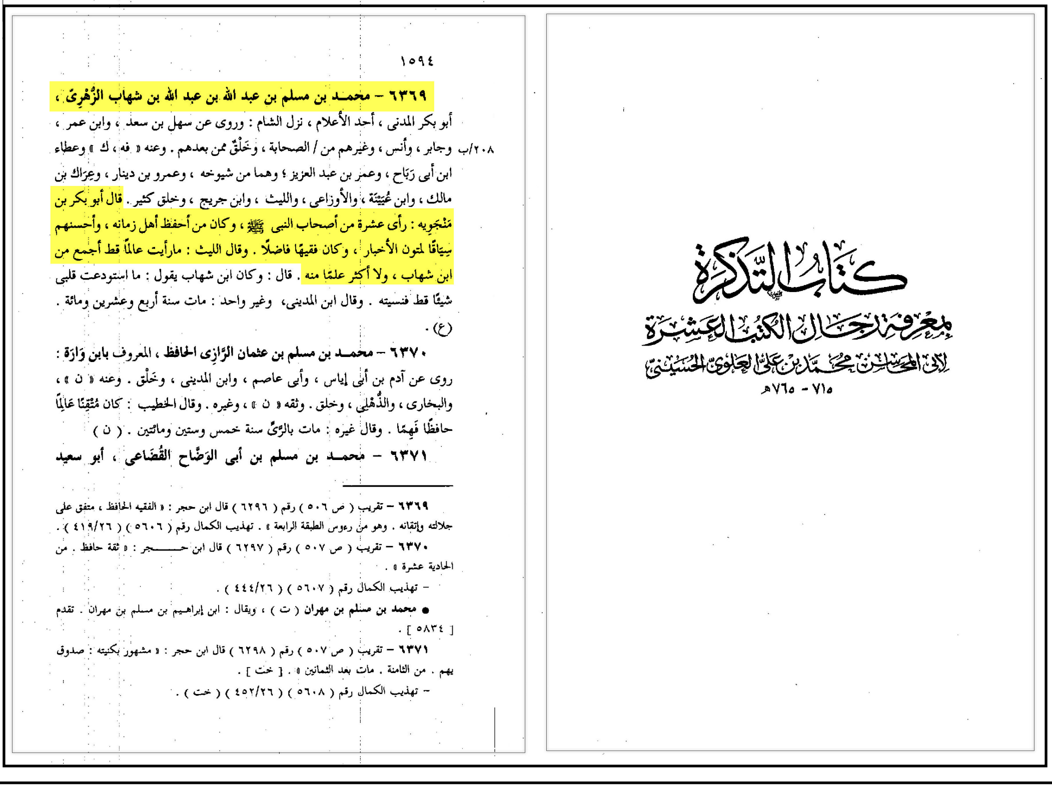

كتاب التذكرة
بمعرفة رجال الكتب العشرة
لأبي المحاسن محمد بن علي العلوي الحسيني
٧١٥ - ٧٦٥هـ

١٥٩٤

٦٣٦٩ - محمد بن مسلم بن عبد الله بن عبد الله بن شهاب الزُّهْرِيّ ، أبو بكر المدنى ، أحد الأعلام ، نزل الشام : وروى عن سهل بن سعد ، وابن عمر ، وجابر ، وأنس ، وغيرهم من / الصحابة ، وخَلْقٌ ممن بعدهم . وعنه « فه ، ك » وعطاء ابن أبي رَبَاح ، وعمر بن عبد العزيز ؛ وهما من شيوخه ، وعمرو بن دينار ، وعِرَاك بن مالك ، وابن عُيَيْنَة ، والأوزاعى ، والليث ، وابن جريج ، وخلق كثير . قال أبو بكر بن مَنْجَوِيه : رأى عشرة من أصحاب النبى ﷺ ، وكان من أحفظ أهل زمانه ، وأحسنهم سِيَاقًا لمتون الأخبار ، وكان فقيهًا فاضلًا . وقال الليث : مارأيت عالمًا قط أجمع من ابن شهاب ، ولا أكثر علمًا منه . قال : وكان ابن شهاب يقول : ما استودعت قلبى شيئًا قط فنسيته . وقال ابن المدينى، وغير واحد : مات سنة أربع وعشرين ومائة . (ع) .

٢٠٨/ب

٦٣٧٠ - محمد بن مسلم بن عثمان الرَّازِى الحافظ ، المعروف بابن وَارَة : روى عن آدم بن أبى إياس ، وأبى عاصم ، وابن المدينى ، وخَلْق . وعنه « ن » ، والبخارى ، والذُّهْلِى ، وخلق . وثقه « ن » ، وغيره . وقال الخطيب : كان مُتْقِنًا عَالِمًا حافظًا فَهِمًا . وقال غيره : مات بالرَّىّ سنة خمس وستين ومائتين . (ن)

٦٣٧١ - محمد بن مسلم بن أبى الوَضَّاح القُضَاعى ، أبو سعيد

٦٣٦٩ - تقريب (ص ٥٠٦) رقم (٦٢٩٦) قال ابن حجر : « الفقيه الحافظ ، متفق على جلالته وإتقانه . وهو من رءوس الطبقة الرابعة » . تهذيب الكمال رقم (٥٦٠٦) (٤١٩/٢٦) .

٦٣٧٠ - تقريب (ص ٥٠٧) رقم (٦٢٩٧) قال ابن حجر : « ثقة حافظ . من الحادية عشرة » .

- تهذيب الكمال رقم (٥٦٠٧) (٤٤٤/٢٦) .

● محمد بن مسلم بن مهران (ت) ، ويقال : ابن إبراهيم بن مسلم بن مهران . تقدم [٥٨٣٤] .

٦٣٧١ - تقريب (ص ٥٠٧) رقم (٦٢٩٨) قال ابن حجر : « مشهور بكنيته : صدوق يهم . من الثامنة . مات بعد الثمانين » . [خت] .

- تهذيب الكمال رقم (٥٦٠٨) (٤٥٢/٢٦) (خت) .

امام لیث بن سعد رحمہ اللہ کے خط کا حوالہ......

(ملاحظہ فرمائیں اعلام الموقعین جلد 2 صفہ 109)

3

رسول اللہ ﷺ میں اختلاف نہیں کرنے دیتے تھے۔ کسی امر کو جس کی تفسیر قرآن نے کی ہو جس پر عمل رسول اللہ ﷺ کیا ہو وہ نہیں چھوڑتے تھے۔

حضور ﷺ کے بعد جس مسئلہ میں غور و خوض ان پاکباز حضرات نے کیا تھا وہ سب بھی انھیں سکھا دیتے تھے۔ پس جب کوئی ایسا امر آجائے جس میں مصر کے یا شام کے یا عراق کے اصحاب رسول اللہ ﷺ سے کچھ ثابت ہو۔ ان تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے میں اور پھر وہ برابر باقی رہا ہو۔ اس کے سوا انھوں نے اور کوئی حکم نہ دیا ہو تو ہمارے نزدیک تو مسلمانوں کو آج ہرگز یہ جائز نہیں کہ کوئی ایسا امر ایجاد کریں جس پر ان صحابہ کا عمل نہ ہو نہ ان کے تابعین کا عمل ہو۔ باوجود اس بات کے کہ اس کے بعد صحابہ میں اکثر فتووں میں اختلاف پیدا ہوا۔ اگر میں اس سے پوری طرح واقف نہ ہوتا تو آپ کو لکھتا۔ پھر تابعین میں بھی فتووں میں اختلاف رونما ہوا۔ سعید بن مسیب جیسے جلیل القدر تابعی اور انہی کے ہم پلہ اور تابعین نے بھی اختلاف کیے اور سخت تر اختلاف ہوئے۔ پھر ان کے بعد والوں میں اختلاف پڑے میں نے ان کی مجلسوں میں مدینہ شریف وغیرہ میں شرکت کی۔ اس وقت ان کے بڑے ابن شہاب اور ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن تھے رحمہما اللہ تعالیٰ۔ حضرت ربیعہ کے بعض اختلافی مسائل تھے جنھیں آپ خوب جانتے ہیں۔ میں نے اپنی موجودگی میں آپ جو ان کے بارے میں فرماتے تھے سنا ہے اور بھی ذی رائے بزرگ اہل مدینہ کے اقوال ان کے بارے میں سنے ہیں۔ جیسے حضرت یحییٰ بن سعید اور عبیداللہ بن عمر اور کثیر بن فرقد وغیرہ جو ان سے بڑی عمر کے تھے۔ یہاں تک کہ آپ تنگ آکر ان کی مجلس سے الگ ہو گئے۔ خود میں نے اور آپ نے اور عبدالعزیز بن عبداللہ نے ربیعہ کے ان بعض مسائل پر جو ان پر بطور طعنہ کے تھے مذاکرہ کیا تھا۔ آپ دونوں میرے موافقین میں تھے۔ میں جن چیزوں پر انکار کرتا تھا آپ بھی میرے انکار میں میرے ہم نوا تھے۔ باوجود اس کے بحمد اللہ حضرت امام ربیعہ ؒ کے پاس بہت سی خیر و برکت تھی اور سمجھ کی اچھائی اور زبان کی بلاغت اور فضل و بزرگی تھی۔ ان کی روش اسلام خطروں سے خالی تھی وہ اپنے دوستوں سے بہ خندہ پیشانی ملتے تھے۔ بالخصوص ہم سے اللہ ان پر رحمت کرے انھیں بخش دے اور ان کے اعمال سے بہتر جزا دے۔ ابن شہاب کے اختلافی مسائل بھی کچھ کم نہ تھے بلکہ ایسا بھی ہوا ہے کہ جب انھوں نے کسی سوال کا جواب لکھا تو باوجود فضیلت' عقل' وفور علم کے تین تین جگہ اپنی ایک ہی تحریر میں مناقضہ کیا ایک بات کے خلاف دوسری لکھ گئے یہ بھی نہ معلوم رہا کہ پہلے میں اس کا کیا فتویٰ دے چکا ہوں۔

یہ وجوہ ہیں جن کی بنا پر میں نے اہل مدینہ کے بعض فتووں کا خلاف کیا۔ جس پر آپ غصے ہو گئے ہیں۔ (۱) مثلاً بارش کی رات میں دو نمازوں کے جمع کرنے کا مسئلہ۔ ظاہر ہے کہ شام کی بارش مدینہ کی بارش سے بہت زیادہ ہوتی ہے لیکن ان میں سے کوئی امام کسی بارش والی رات نہیں نکلا حالانکہ ان میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح ؓ تھے' حضرت خالد بن ولید ؓ تھے' حضرت یزید بن سفیان تھے' حضرت عمرو بن عاص تھے۔ حضرت معاذ بن جبل ؓ تھے۔ جن کی بابت فرمان رسول ﷺ ہے کہ حلال و حرام کو تم سب سے زیادہ جاننے والے حضرت معاذ بن جبل ہیں۔ یہ قول بھی ہے کہ حضرت معاذ ؓ تمام علماء کے سردار بن کر قیامت کے دن اونچے ٹیلے پر کھڑے ہوں گے۔ اسی طرح ان میں شرحبیل بن حسنہ' ابودرداء' بلال بن رباح تھے ؓ۔ مصر میں حضرت ابوذر اور حضرت زبیر بن عوام اور حضرت سعد بن وقاص تھے ؓ۔ حمص میں ستر بدری صحابہ تھے ؓ۔ اور بھی مسلمانوں کا کوئی لشکر صحابہ ؓ سے خالی نہ تھا۔ عراق میں حضرت ابن مسعود ؓ تھے' حذیفہ بن یمان ؓ تھے' عمران بن حصین ؓ تھے۔ یہیں امیر المومنین حضرت علی ؓ کئی برس تک رہے۔ آپ کے ساتھ بھی بہت سے صحابہ

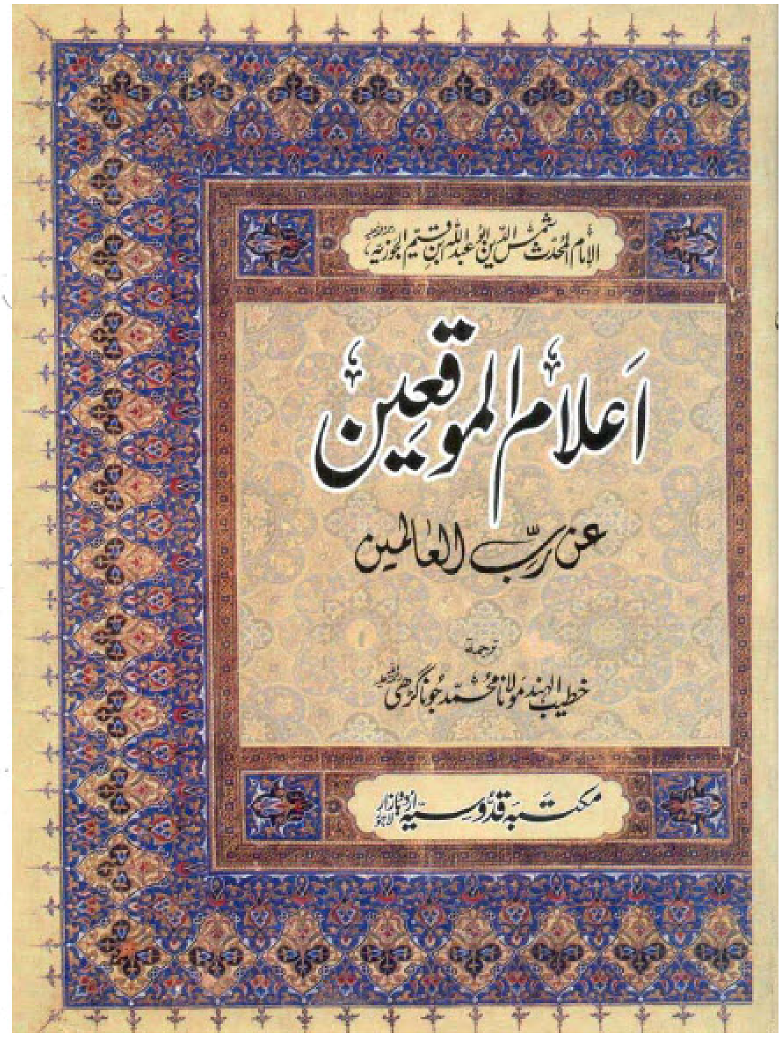

غامدی صاحب نے کمال ہوشیاری کیساتھ امام لیث رحمہ اللہ کی فقہی مسائل کے اختلاف پر امام زہری رحمہ اللہ کی بابت کی جانے والی تنقید کو حدیث کی بابت جوڑ دیا جس سے ان کے قارئین پر یہ تاثر پڑا کہ گویا امام لیث نے امام زہری رحمہم اللہ پر حدیث کے متعلق تنقید کی ہے اور انہیں نا قابل اعتبار سمجھا ہے۔

3: تیسری بات یہ ہے کہ غامدی صاحب کے بقول امام زہری رحمہ اللہ کے بارے میں امام لیث بن سعد رحمہ اللہ نے یہ اعتراض کیا کہ ایک ہی مسئلے میں بعض اوقات ان کے فتاویٰ جات مختلف ہوتے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ غامدی صاحب یا انکے سٹوڈنٹس یہ اعتراض کریں کہ جو شخص ایک ہی مسئلہ پر دو الگ الگ فتوے دے سکتا ہے تو کیا اسکی روایت کردہ احادیث میں تضاد نہیں ہوسکتا؟

اس پر ہم یہ کہتے ہیں کہ ایک ہی مسئلے میں امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ جیسے جلیل القدر فقہاء کی بھی ایک سے زائد آراء منقول ہوتی ہیں کیونکہ فتویٰ ہمیشہ حالات کے مطابق ہوتا ہے۔ بعض اوقات ایک شخص کو دیکھ کر مفتی ایک مسئلے میں ایک فتویٰ دیتا ہے اور بعض اوقات دوسرے شخص کو اس کے حالات کے مطابق بالکل اس کے برعکس فتویٰ دیتا ہے جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک نوجوان کو روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لینے سے روک دیا جبکہ ایک بوڑھے شخص کو اس کی اجازت دے دی۔ بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک عالم ایک مسئلے میں ایک فتویٰ دیتا ہے بعد میں اس کی رائے تبدیل ہو جاتی ہے اور وہ اس کے بالکل برعکس فتویٰ دیتا ہے جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے بارے میں معروف ہے کہ ان کی ایک قدیم رائے ہے اور ایک جدید رائے ہے۔

4: چوتھی بات یہ ہے کہ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ نے امام زہری رحمہ اللہ پر جو جرح کی ہے وہ ان کے فتاویٰ جات کے اعتبار سے ہے نہ کہ ان کی حدیث بیان کرنے کے اعتبار سے۔ اگر وہ حدیث کے معاملے میں بھی ایسا ہی کرتے کہ کبھی ایک روایت کو کچھ الفاظ کے ساتھ اور کبھی اس کے بالکل برعکس الفاظ کے ساتھ نقل کرتے تو امام لیث رحمہ اللہ اس کا ضرور تذکرہ فرماتے۔ جتنی جرح نقل کر کے غامدی صاحب امام زہری رحمہ اللہ کی شخصیت کو متنازعہ بنانا چاہتے ہیں اتنی جرح تو ائمہ رجال کے ہاں حدیث کے مسئلے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر بھی موجود ہے لیکن اس جرح کے باوجود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک فقیہ کی حیثیت سب کے نزدیک متفق علیہ اور مسلّم ہے۔ اس لیے امام زہری رحمہ اللہ کے فتاویٰ پر جرح سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ وہ حدیث میں بھی مجروح ہونگے۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ ''فلاں شخص محدث نہیں ہے'' اور اس دعوے کے ثبوت کے لیے اگر اس کے پاس کوئی دلیل بھی ہو تو وہ یہ کہے کہ "فلاں شخص فقیہ نہیں ہے۔"

5: پانچویں بات یہ ہے کہ غامدی صاحب نے امام زہری رحمہ اللہ کے بارے میں امام لیث بن سعد رحمہ اللہ کی جو ایک رائے نقل کی ہے اگر کسی ایک شخص کی رائے پر ہی کسی کے علمی مقام و مرتبہ کے تعین کا انحصار ہے تو ایسی آراء تو ہر فقیہ اور محدث کی ذات یا اس کی کتب کے بارے میں موجود ہیں تو کیا ایسی ایک شاذ رائے کی وجہ سے ان کے تمام علمی کام اور مرتبے کا انکار کر دیا جائے گا؟ کیا جمہور کی رائے کو چھوڑ کر کسی ایک کی رائے پر اتفاق کرنا درست ہے؟

اب ہم امام محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب زہری رحمہ اللہ کی ثقاہت کے متعلق آئمہ محدثین و فقہاء کرام کے اقوال آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں......

وقال لیث: ما رایت عالما قط اجمع من ابن شہاب ولا اکثر علما منہ۔"

"لیث نے کہا: کہ میں نے ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے زیادہ جامع العلوم کسی عالم کو نہیں دیکھا اور نہ ہی ان سے بڑے کسی

عالم کو دیکھا ہے۔"

(ملاحظہ فرمائیں کتاب التذکرۃ بمعرفۃ الرجال الکتب العشیرہ صفحہ 1594)

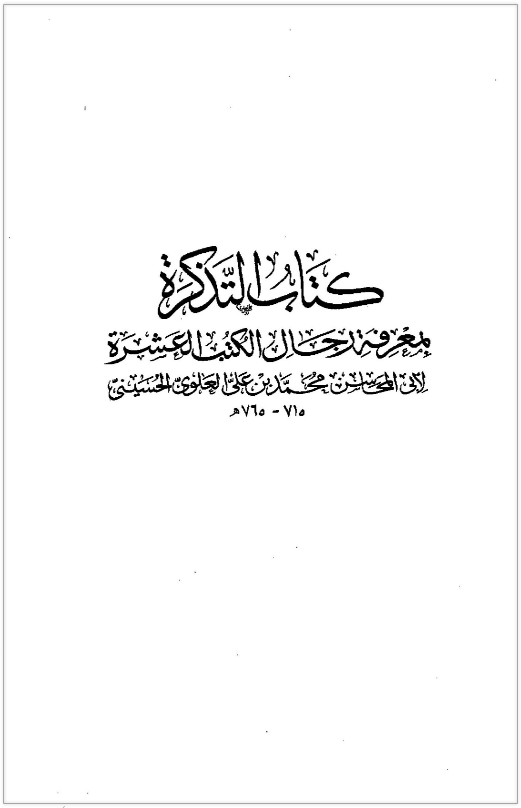

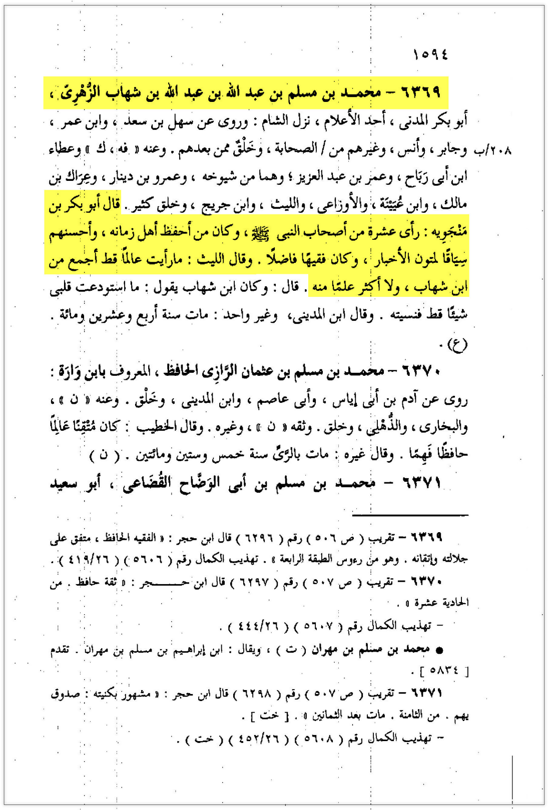
١٥٩٤

٦٣٦٩ – محمد بن مسلم بن عبد الله بن عبد الله بن شهاب الزُّهْرِىّ ، أبو بكر المدنى ، أحد الأعلام ، نزل الشام : وروى عن سهل بن سعد ، وابن عمر ، وجابر ، وأنس ، وغيرهم من / الصحابة ، وخَلْقٌ ممن بعدهم . وعنه « فه ، ك » وعطاء ابن أبى رَبَاح ، وعمر بن عبد العزيز ؛ وهما من شيوخه ، وعمرو بن دينار ، وعِرَاك بن مالك ، وابن عُيَيْنَة ، والأوزاعى ، والليث ، وابن جريج ، وخلق كثير . قال أبو بكر بن مَنْجَوِيه : رأى عشرة من أصحاب النبى ﷺ ، وكان من أحفظ أهل زمانه ، وأحسنهم سِيَاقًا لمتون الأخبار ، وكان فقيهًا فاضلًا . وقال الليث : مارأيت عالمًا قط أجمع من ابن شهاب ، ولا أكثر علمًا منه . قال : وكان ابن شهاب يقول : ما استودعت قلبى شيئًا قط فنسيته . وقال ابن المدينى، وغير واحد : مات سنة أربع وعشرين ومائة . (ع) . ٢٠٨/ب

٦٣٧٠ – محمد بن مسلم بن عثمان الرَّازِى الحافظ ، المعروف بابن وَارَة : روى عن آدم بن أبى إياس ، وأبى عاصم ، وابن المدينى ، وخَلْق . وعنه « ن » ، والبخارى ، والذُّهْلِى ، وخلق . وثقه « ن » ، وغيره . وقال الخطيب : كان مُتْقِنًا عَالِمًا حافظًا فَهِمًا . وقال غيره : مات بالرَّىِّ سنة خمس وستين ومائتين . (ن)

٦٣٧١ – محمد بن مسلم بن أبى الوَضَّاح القُضَاعى ، أبو سعيد

٦٣٦٩ – تقريب (ص ٥٠٦) رقم (٦٢٩٦) قال ابن حجر : « الفقيه الحافظ ، متفق على جلالته وإتقانه . وهو من رءوس الطبقة الرابعة » . تهذيب الكمال رقم (٥٦٠٦) (٤١٩/٢٦) .

٦٣٧٠ – تقريب (ص ٥٠٧) رقم (٦٢٩٧) قال ابن حجر : « ثقة حافظ . من الحادية عشرة » .

– تهذيب الكمال رقم (٥٦٠٧) (٤٤٤/٢٦) .

● **محمد بن مسلم بن مهران** (ت) ، ويقال : ابن إبراهيم بن مسلم بن مهران . تقدم [٥٨٣٤] .

٦٣٧١ – تقريب (ص ٥٠٧) رقم (٦٢٩٨) قال ابن حجر : « مشهور بكنيته : صدوق يهم . من الثامنة . مات بعد الثمانين » . [خت] .

– تهذيب الكمال رقم (٥٦٠٨) (٤٥٢/٢٦) (خت) .

امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ (المتوفی 101) فرماتے ہیں:

"علیکم بابن شہاب ہذا فانکم لاتلقون أحداً أعلم بالسنۃ الماضیۃ منہ۔"

تم پر ضروری ہے کہ تم اس ابن شہاب کو لازمی پکڑو کیونکہ ان سے زیادہ ماضی کی سنت کو جاننے والا تم نے نہیں پایا ہوگا۔"

(ملاحظہ فرمائیں الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم جلد 8 صفحہ 72) (نیز ملاحظہ فرمائیں سکین نمبر 4)

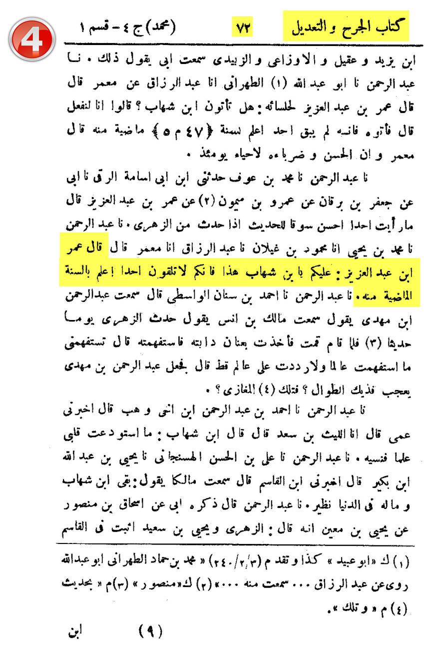
4

کتاب الجرح و التعدیل ٧٢ (محمد) ج ٤ – قسم ١

ابن يزيد و عقيل و الاوزاعى و الزبيدى سمعت ابى يقول ذلك • نا عبد الرحمن نا ابو عبد الله (١) الطهرانى انا عبد الرزاق عن معمر قال قال عمر بن عبد العزيز لجلسائه : هل تأتون ابن شهاب ؟ قالوا انا لنفعل قال فأتوه فانه لم يبق احد اعلم بسنة ﴿٤٧ م ٥﴾ ماضية منه قال معمر و ان الحسن و ضرباءه لاحياء يومئذ •

نا عبد الرحمن نا محمد بن عوف حدثنى ابن ابى اسامة الرقى نا ابى عن جعفر بن برقان عن عمرو بن ميمون (٢) عن عمر بن عبد العزيز قال ما رأيت احدا احسن سوقا للحديث اذا حدث من الزهرى • نا عبد الرحمن نا محمد بن يحيى انا محمود بن غيلان نا عبد الرزاق انا معمر قال قال عمر ابن عبد العزيز : عليكم با بن شهاب هذا فانكم لاتلقون احدا اعلم بالسنة الماضية منه • نا عبد الرحمن نا احمد بن سنان الواسطى قال سمعت عبدالرحمن ابن مهدى يقول سمعت مالك بن انس يقول حدث الزهرى يوما حديثا (٣) فلما قام قمت فأخذت بعنان دابته فاستفهمته قال تستفهمنى ما استفهمت عالما ولا رددت على عالم قط قال فجعل عبد الرحمن بن مهدى يعجب فذيك الطوال ؟ فتلك (٤) المغازى ؟ •

نا عبد الرحمن نا احمد بن عبد الرحمن ابن اخى ابن وهب قال اخبرنى عمى قال انا الليث بن سعد قال قال ابن شهاب : ما استودعت قلبى علما فنسيه • نا عبد الرحمن نا على بن الحسن الهسنجانى نا يحيى بن عبد الله ابن بكير قال اخبرنى ابن القاسم قال سمعت مالكا يقول : بقى ابن شهاب و ماله فى الدنيا نظير • نا عبد الرحمن قال ذكره ابى عن اسحاق بن منصور عن يحيى بن معين انه قال : الزهرى و يحيى بن سعيد اثبت فى القاسم

---

(١) ك «ابو عبيد» كذا و تقدم (٣/٢/٢٤٠) « محمد بن حماد الطهرانى ابو عبدالله روى عن عبد الرزاق ... سمعت منه ...» (٢) ك «منصور» (٣) م « بحديث (٤) م « و تلك ».

(٩) ابن

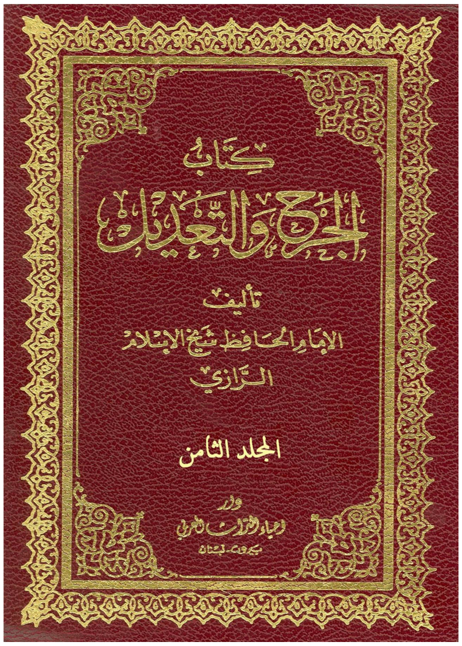

امام عمرو بن دینار رحمہ اللہ (المتوفی 126) فرماتے ہیں:

"مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَبْصَرَ بِحَدِيثٍ مِنَ الزُّهْرِيِّ۔"

میں نے زہری سے زیادہ حدیث کی بصیرت رکھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔

(ملاحظہ فرمائیں طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 5 صفحہ 354)

(نیز ملاحظہ فرمائیں سکین نمبر 5)

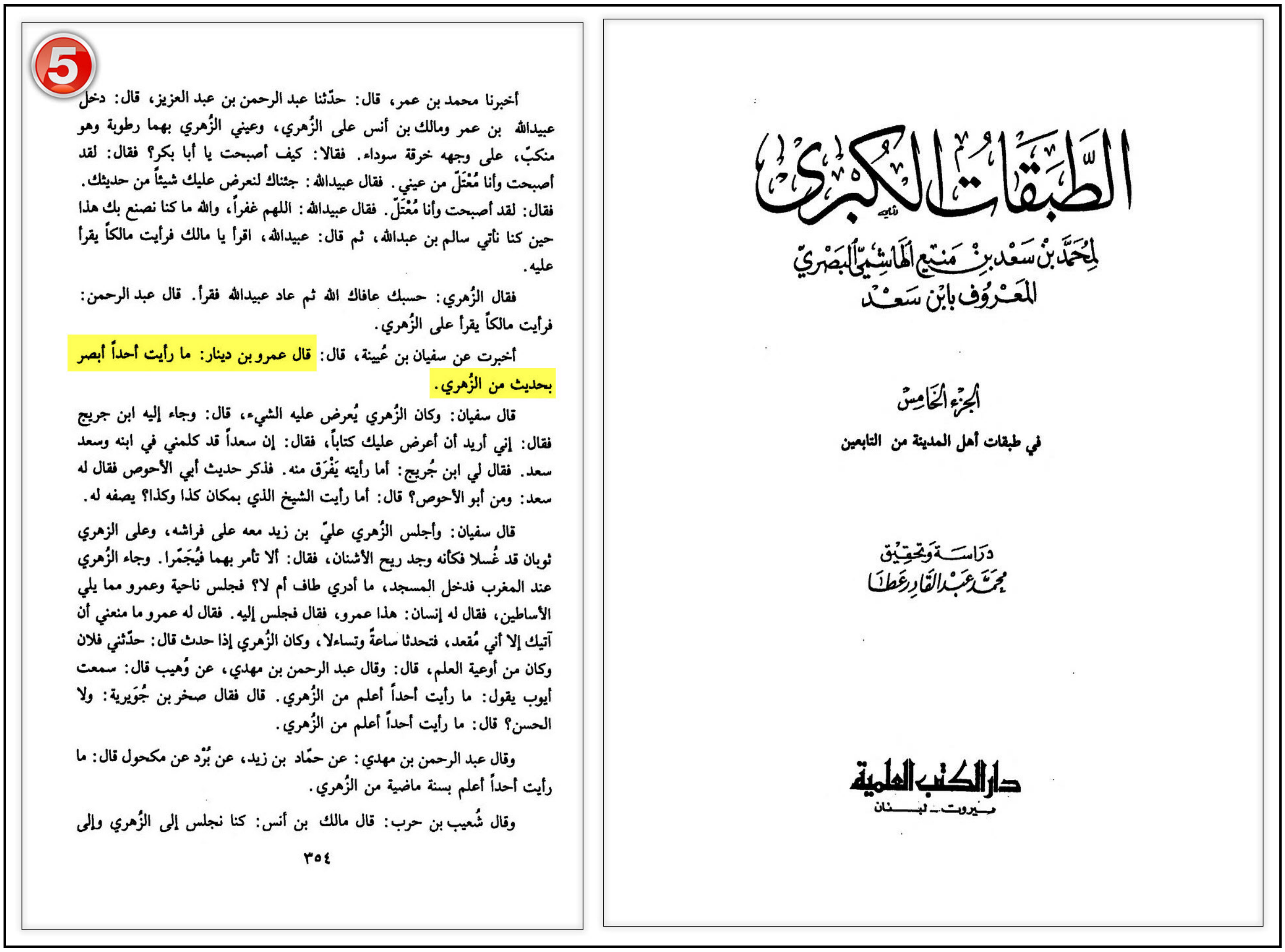

الطبقات الكبرى

لمحمد بن سعد بن منيع الهاشمي البصري

المعروف بابن سعد

الجزء الخامس

في طبقات أهل المدينة من التابعين

دراسة وتحقيق

محمد عبد القادر عطا

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

5

أخبرنا محمد بن عمر، قال: حدّثنا عبد الرحمن بن عبد العزيز، قال: دخل عبيدالله بن عمر ومالك بن أنس على الزُهري، وعيني الزُهري بهما رطوبة وهو منكبّ، على وجهه خرقة سوداء. فقالا: كيف أصبحت يا أبا بكر؟ فقال: لقد أصبحت وأنا مُعْتَلّ من عيني. فقال عبيدالله: جئناك لنعرض عليك شيئاً من حديثك. فقال: لقد أصبحت وأنا مُعْتَلّ. فقال عبيدالله: اللهم غفراً، والله ما كنا نصنع بك هذا حين كنا نأتي سالم بن عبدالله، ثم قال: عبيدالله، اقرأ يا مالك فرأيت مالكاً يقرأ عليه.

فقال الزُهري: حسبك عافاك الله ثم عاد عبيدالله فقرأ. قال عبد الرحمن: فرأيت مالكاً يقرأ على الزُهري.

أخبرت عن سفيان بن عُيينة، قال: قال عمرو بن دينار: ما رأيت أحداً أبصر بحديث من الزُهري.

قال سفيان: وكان الزُهري يُعرض عليه الشيء، قال: وجاء إليه ابن جريج فقال: إني أريد أن أعرض عليك كتاباً، فقال: إن سعداً قد كلمني في ابنه وسعد سعد. فقال لي ابن جُريج: أما رأيته يَفْرَق منه. فذكر حديث أبي الأحوص فقال له سعد: ومن أبو الأحوص؟ قال: أما رأيت الشيخ الذي بمكان كذا وكذا؟ يصفه له.

قال سفيان: وأجلس الزُهري عليّ بن زيد معه على فراشه، وعلى الزهري ثوبان قد غُسلا فكأنه وجد ريح الأشنان، فقال: ألا تأمر بهما فيُجَمّرا. وجاء الزُهري عند المغرب فدخل المسجد، ما أدري طاف أم لا؟ فجلس ناحية وعمرو مما يلي الأساطين، فقال له إنسان: هذا عمرو، فقال فجلس إليه. فقال له عمرو ما منعني أن آتيك إلا أني مُقعد، فتحدثا ساعةً وتساءلا، وكان الزُهري إذا حدث قال: حدّثني فلان وكان من أوعية العلم، قال: وقال عبد الرحمن بن مهدي، عن وُهيب قال: سمعت أيوب يقول: ما رأيت أحداً أعلم من الزُهري. قال فقال صخر بن جُوَيرية: ولا الحسن؟ قال: ما رأيت أحداً أعلم من الزُهري.

وقال عبد الرحمن بن مهدي: عن حمّاد بن زيد، عن بُرْد عن مكحول قال: ما رأيت أحداً أعلم بسنة ماضية من الزُهري.

وقال شُعيب بن حرب: قال مالك بن أنس: كنا نجلس إلى الزُهري وإلى

٣٥٤

عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ (المتوفی 198) فرماتے ہیں:

"ما رأيت أحدًا أعلم من الزهري، فقال له صخر بن جويرية: ولا الحسن: قال: ما رأيت أحدًا أعلم من الزهري۔"

میں نے کسی کو زہری سے زیادہ اعلم نہیں دیکھا، تو صخر بن جویریہ نے ان سے کہا: حسن البصری بھی نہیں؟ انہوں نے اپنا قول دہراتے ہوئے فرمایا: میں نے کسی کو زہری سے زیادہ اعلم نہیں دیکھا۔

(ملاحظہ فرمائیں تاریخ مدینہ دمشق جلد 55 صفحہ 347)

(نیز ملاحظہ فرمائیں سکین نمبر 6)

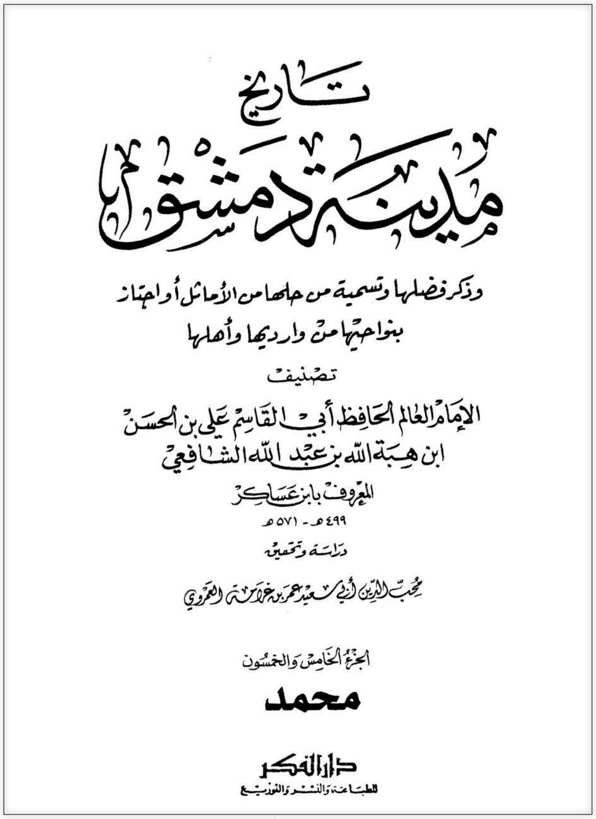

6

الرَّحْمٰن بن مهدي، عَن وُهَيب[1]، قال: سمعت أيوب قال: ما رأيت أحداً أعلم من الزُهْرِيّ، فقال له صخر بن جويرية: ولا الحَسَن؟ فقال: ما رأيت أحداً أعلم من الزُهْرِيّ.

أَخْبَرَنَا أَبُو القَاسم بن [أبي][2] الأشعث، أَنبَأنا مُحَمَّد بن هبة الله، أَنبَأنا مُحَمَّد بن الحَسَن، حَدَّثَنَا عَبْد اللّه بن جَعْفَر، ثنا يعقوب[3]، ثنا مُحَمَّد بن عَبْد اللّه بن عمّار، ثنا عَبْد الرَّحْمٰن بن مهدي[4]، عَن وُهيب قال: سمعت أيوب يقول: ما رأيتُ أحداً أعلم من الزُهْرِيّ، قال له صخر بن جويرية: ولا الحَسَن؟ قال: ما رأيتُ أحداً أعلم من الزُهْرِيّ.

أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْد اللّه الحُسَيْن[5] بن مُحَمَّد، أَنبَأنا أَبُو الفضل بن خيرون، أَنبَأنا مُحَمَّد بن عُمَر بن بكير، أَنبَأنا عُثمَان بن أَحْمَد بن سمعان، ثنا الهيثم بن خلف، ثنا مَحْمُود بن غيلان، ثنا أَبُو داود، عَن وُهيب قال: سمعت أيوب يقول: ما رأيتُ أحداً أعلم من الزُهْرِيّ، فقال له صخر: أَلَمْ تَرَ الحَسَن؟ أَلَمْ تَرَ ابن سيرين؟ قال: لم أَرَ أحداً أعلم من الزُهْرِيّ.

أَخْبَرَنَا أَبُو القَاسِم بن السَّمَرْقَنْدي، أَنبَأنا أَبُو القَاسم بن مسعدة، أَنبَأنا حمزة بن يوسف، أَنبَأنا أَبُو أَحْمَد بن عدي، ثنا مُحَمَّد بن الربيع الجيزي، ثنا أَبُو عُثمَان المقدمي، ثنا عَلي بن المديني، ثنا فهر بن أسد، عَن وُهَيب قال: سمعت أيوب يقول: ما رأيتُ أعلم من الزُهْرِيّ، قال: قلت: وَلا الحَسَن؟ قال: ما رأيتُ أعلم من الزُهْرِيّ.

أَخْبَرَنَا أَبُو الحَسَن الفرضي، حَدَّثَنَا عَبْد العزيز الكتَّاني، أَنبَأنا أَبُو مُحَمَّد بن أَبي نصر، أَنبَأنا أَبُو عَبْد اللّه جَعْفَر بن مُحَمَّد بن جَعْفَر الكندي، أَنبَأنا أَبُو زيد أَحْمَد بن عَبْد الرحيم الحوطي، حَدَّثَنَا مُحَمَّد بن عيسى - وهو ابن الطباع - قال: سمعت سفيان بن عيينة يقول: قال لي أيوب السختياني: ما أعلم بعد الزُهْرِيّ أعلم بعلم أهل الحجاز من يَحْيَىٰ بن أَبي كثير، قال: فقال سفيان: لم يكن في الناس أحدٌ أعلم بالسُّنَّة من الزُهْرِيّ.

أَخْبَرَنَا أَبُو القَاسِم بن السَّمَرْقَندي، أَنبَأنا أَبُو بَكْر بن الطبري، أَنبَأنا أَبُو الحُسَيْن بن الفضل، أَنبَأنا عَبْد اللّه بن جَعْفَر، ثنا يعقوب بن سفيان[6]، ثنا ابن أَبي عُمَر قال: قال سفيان:

---

(١) من طريقه رواه الذهبي في سير أعلام النبلاء ٥/ ٣٣٦ وتهذيب الكمال ١٧/ ٢٢٩.
(٢) زيادة لازمة.
(٣) رواه يعقوب بن سفيان في المعرفة والتاريخ ١/ ٦٣٧ والبداية والنهاية ٩/ ٣٤٣.
(٤) في المعرفة والتاريخ: منذر. (٥) في «ز»: الحسن بن محمد.
(٦) المعرفة والتاريخ ١/ ٦٢١.

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ (المتوفی 327) فرماتے ہیں:

"أول من أسند الحديث ابن شهاب الزهري۔"

سب سے پہلے جس نے حدیث کی سند (پردھیان) دیا وہ ابن شہاب الزہری تھے۔

(ملاحظہ فرمائیں اکمال تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد 1 صفہ 16) (نیز ملاحظہ فرمائیں سکین نمبر 7)

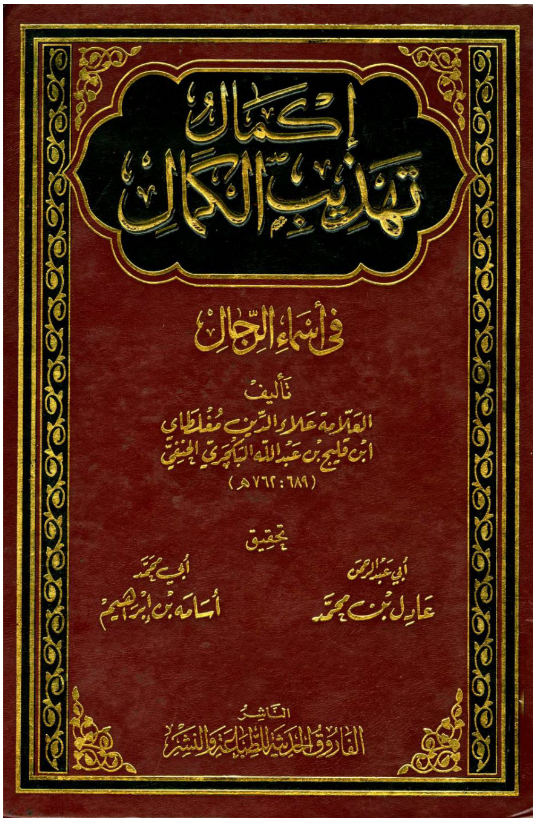

7

وَأَنْكَرْتَ هَذَا؟ أَمْ أَنْكَرْتَ حَدِيثِي كُلَّهُ، وَعَرَفْتَ هَذَا؟ فَقَالَ لَهُ ابن عَبَّاس: إِنَّا كُنَّا نُحَدِّثُ عَنْ رَسُول الله صلى الله عليه وسلم، إِذْ لَمْ يَكُنْ يُكْذَبُ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الصَّعْبَ وَالذَّلُولَ، تَرَكْنَا الحَدِيثَ عَنْهُ.

وعَنْ مُجَاهِد، قَالَ: جَاءَ بُشَيْر العَدَوِيّ إِلَى ابن عَبَّاس، فَجَعَلَ يُحَدِّثُ وَيَقُولُ: قَالَ رَسُولُ الله صلى الله عليه وسلم، قَالَ رَسُولُ الله صلى الله عليه وسلم، فَجَعَلَ ابن عَبَّاس لا يَأْذَنُ لِحَدِيثِهِ، وَلا يَنْظُرُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: يَا ابن عَبَّاس؛ مَا لِي لا أَرَاكَ تَسْمَعُ لِحَدِيثِي، أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ الله صلى الله عليه وسلم، وَلا تَسْمَعُ، فَقَالَ ابن عَبَّاس: إِنَّا كُنَّا مَرَّةً، إِذَا سَمِعْنَا رَجُلا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ الله صلى الله عليه وسلم؛ ابْتَدَرَتْهُ أَبْصَارُنَا، وَأَصْغَيْنَا إِلَيْهِ بِآذَانِنَا، فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الصَّعْبَ وَالذُّلُول، لَمْ نَأْخُذْ مِنَ النَّاسِ إِلا مَا نَعْرِفُ.

وهذا الذي ذكر من احتياط بعض الصحابة في حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم، وتثبتهم من الرواة، لم يكن كثيرًا، ولا صريحًا بالاتهام؛ لعدم كثرة دواعيه، ولما سبق من قول عمر لأبي موسى: أما إني لم أتَّهمك.

ثم تكلَّم التابعون في الجرح، وكان كلامهم في ذلك قليلا أيضًا؛ لقرب العهد بمنبع الوحي، رسول الله صلى الله عليه وسلم، وعامة من تكلم فيه آنذاك إنما كان للمذهب، كالخوارج، أو لسوء الحفظ، أو الجهالة؛ فإنهم لم يكونوا يعرفوا الكذب.

قال علي بن المديني: محمد بن سيرين أوَّل من فتَّش عن الإسناد، لا نعلم أحدًا أوَّل منه.

وروى الأعمش، عن إبراهيم النخعي، قال: إنما سُئل عن الإسناد أيام المختار.

أخرج مسلم بسنده عَن ابن سِيرِين، قَالَ: لَمْ يَكُونُوا يَسْأَلُونَ عَنِ الإِسْنَادِ، فَلَمَّا وَقَعَتِ الفِتْنَةُ قَالُوا: سَمُّوا لَنَا رِجَالَكُمْ، فَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ، وَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ البِدَعِ فَلا يُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ.

وروى ابن أبي حاتم بسنده إلى خالد بن نزار، قال: سمعت مالكًا يقول: أول من أسند الحديث ابن شهاب الزهري.

وقال يحيى بن سعيد القطان: الشعبي أول من فتش عن الإسناد.

وقال يعقوب بن شيبة: سمعت علي بن المديني يقول: كان ابن سيرين ممَّن ينظر في الحديث ويفتش عن الإسناد، لا نعلم أحدًا أول منه، ثم كان أيوب، وابن عون، ثم كان شعبة، ثم كان يحيى بن سعيد القطان، وعبد الرحمن بن مهدي.

قال يعقوب: قلت لعلي: فمالك بن أنس؟ فقال: أخبرني سفيان بن عيينة، قال: ما كان أشد انتقاء مالك للرجال.

قال الذهبي: فأول من زكى وجرح عند انقضاء عصر الصحابة: الشعبي، وابن سيرين، ونحوهما، وحفظ عنهم توثيق أناس وتضعيف آخرين....، فلما كان عند انقراض عامة

قاسم بن ابی سفیان المعمری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ سےپوچھا:

" أیما أفقہ أو أعلم إبراہیم النخعی أو الزہری قال الزہری۔"

ابراہیم النخعی اور زہری میں سے کون زیادہ بڑا فقیہ اور عالم ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا:" زہری زیادہ بڑے ہیں۔"

(ملاحظہ فرمائیں تاریخ مدینہ دمشق جلد 55 صفحہ 355)

(نیز ملاحظہ فرمائیں سکین نمبر 8)

تاريخ

مدينة دمشق

وذكر فضلها وتسمية من حلها من الأماثل أو اجتاز بنواحيها من وارديها وأهلها

تصنيف

الإمام العالم الحافظ أبي القاسم علي بن الحسن ابن هبة الله بن عبد الله الشافعي

المعروف بابن عساكر

٤٩٩ هـ - ٥٧١ هـ

دراسة وتحقيق

محب الدين أبي سعيد عمر بن غرامة العمروي

الجزء الخامس والخمسون

محمد

دار الفكر

للطباعة والنشر والتوزيع

بَكْر مُحَمَّد بن أَحْمَد، ثنا جدي يعقوب، ثنا مُحَمَّد بن معاوية، قال: سمعت سفيان بن عيينة يقول: مات الزُهْرِيّ يوم مات وهو أعلم الناس بالسُّنّة.

قال: وحَدَّثَنا جدي، ثنا القاسم بن أَبي سفيان المعمري قال [سألت](١) سفيان بن عيينة: قلت: أيما أفقه أو أعلم: إِبْرَاهيم النخعي أو الزُهْرِيّ؟ فقال: الزُهْرِيّ، لا أبا لك.

أَخْبَرَنَا أَبُو القَاسِم بن السَّمَرْقَنْدي، أَنْبَأنَا مُحَمَّد بن أَحْمَد بن مُحَمَّد الأنباري، أَنْبَأنَا أَبُو الحَسَن مُحَمَّد بن المغلس بن جَعْفَر بن مُحَمَّد البغدادي البزاز، أَنْبَأنَا أَبُو مُحَمَّد الحَسَن بن رشيق العسكري، ثنا أَبُو القَاسم جَعْفَر بن مُحَمَّد بن المغلس البزاز، حَدَّثَنَا مُحَمَّد بن عَبْد الملك بن زنجوية، ثنا عَبْد الرزّاق، عَن ابن عيينة قال: مُحَدثو أهل الحجاز ثلاثة: ابن شهَاب، ويَحْيَىٰ بن سعيد، وابن جُرَيج.

أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّد المزكي، ثنا أَبُو مُحَمَّد الصوفي، أَنْبَأنَا أَبُو مُحَمَّد العدل، أَنْبَأنَا أَبُو الميمون، ثنا أَبُو زرعة(٢)، ثنا أَبُو مسهر، ثنا سعيد بن عَبْد العزيز، عَن سُلَيْمَان بن موسى قال: إن جاءنا العلم من الحجاز من الزُهْرِيّ قبلناه، وإن جاءنا من الشام عن مكحول قبلناه، وإن جاءنا من الجزيرة عن ميمون قبلناه، وإن جاءنا من العراق عن الحَسَن قبلناه، قال سعيد: كان هؤلاء الأربعة العلماء في زمان هشام بن عَبْد الملك.

أَخْبَرَنَا أَبُو القَاسم إسْمَاعيل بن أَحْمَد، أَنْبَأنَا مُحَمَّد بن هبة الله، أَنْبَأنَا مُحَمَّد بن الحُسَيْن، أَنْبَأنَا عَبْد الله، ثنا يعقوب(٣)، ثنا زيد بن بشر، أَنْبَأنَا ابن وهب، أَخْبَرَني الليث، عَن الجمحي قال: لولا ابن شهَاب لذهب كثير من السُنن.

قال: وحَدَّثَنَا يعقوب، حَدَّثني مُحَمَّد بن عَبْد الرحيم قال: قال عَلي: الذين أفتوا: الحَكَم، وحمَّاد، وقَتَادة، والزُهْرِيّ [والزهري](٤) أفقههم عندي.

أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّد بن طاوس، أَنْبَأنَا ابن أَبي عُثْمَان، أَنْبَأنَا أَبُو عُمَر، أَنْبَأنَا مُحَمَّد، حَدَّثَنَا جدي يعقوب، قال: سمعت عَلي بن عَبْد الله ـ هو ابن المديني ـ يقول: أفتى أربعة: الحكم، وحمَّاد، وقَتَادة، والزُهْرِيّ [الزهري](٥) عندي أفقههم(٦).

(١) زيادة لازمة عن «ز».
(٢) مختصراً في تاريخ أبي زرعة ١/ ٢٤٩.
(٣) المعرفة والتاريخ ١/ ٦٣٥.
(٤) زيادة لازمة عن «ز».
(٥) زيادة منا للإيضاح.
(٦) مرّ الخبر عن ابن المديني قريباً.

امام ابوالحسن العجلی رحمہ اللہ (المتوفی 261) فرماتے ہیں:

"تابعیؔ ثقۃ۔"

اسی صفحہ پر مزید نیچے حاشیہ میں بھی عمر بن عبدالعزیز اور امام ملک کی گواہی بھی موجود ہے۔

(ملاحظہ فرمائیں کتاب الثقات للعجلی جلد 2 صفحہ 412)

(نیز ملاحظہ فرمائیں سکین نمبر 9)

9

١٤٩٦ ـ محمد بن كناسة الأسدي (٧٢) يكنى أبا يحيى: (كوفي) ثقة.

١٤٩٧ ـ محمد بن ماهان (٧٣): (واسطى)، صدوق، كنيته أبو حنيفة.

١٤٩٨ ـ محمد بن المبارك الصُّوري (٧٤): ثقة.

١٤٩٩ ـ محمد بن مسلم بن عائِذ (٧٥): (مدني)، ثقة.

١٥٠٠ ـ محمد بن مسلم بن عبد الله بن شهاب الزهري (٧٦): (مدني)، تابعي، ثقة.

(٧٢) هو محمد بن عبد الله بن عبد الأعلى المعروف بابن كناسة: وثقه أيضاً: ابن معين، وابو داود، و يعقوب بن شيبة، وغيرهم. «التهذيب» (٩: ٢٥٩).

(٧٣) له ذكر في الميزان (٤: ٢٣). اللسان (٥: ٣٥٧).

(٧٤) محمد بن المبارك بن يعلى القرشي الصوري، أبو عبد الله القلانسي، سكن دمشق: متفق على توثيقه، أخرج له الجماعة، مترجم في «التهذيب» (٩: ٤٢٢).

(٧٥) وثقه أيضاً ابن حبان (٧: ٣٤٩)، «التهذيب» (٩: ٤٤٥).

(٧٦) محمد بن مُسلم بن عُبَيْد الله بن عبد الله بن شِهاب الزّهري من زهرة، وكنيته أبو بكر، (٥٠ ـ ١٢٤) سكن بأيلة، كان إماماً، حجة في الفقه والحديث. حريصاً على الطلب، بصيراً بالقرآن، حتى صار مرجع علماء الحجاز والشام. قال فيه الليث: ما رأيت عالماً قط أجمع من الزهري. يحدث في الترغيب فتقول: لا يحسن إلا هذا، وإن حدث عن العرب والأنساب قلت: لا يحسن إلا هذا، وإن حدث عن القرآن والسنة فكذلك.

وقال عمر بن عبد العزيز: «لم يبق أحد أعلم بسنَّةٍ ماضيةٍ من الزهري».
وقال مالك: بقي ابن شهاب وماله في الدنيا نظير.

وأفاض المحدثون في توثيق رواية الزهري، فقال ابن الصلاح: رُوِّينا عن أبي بكر بن شيبة أنه قال: أصح الأسانيد كلها: الزهريُّ، عن علي بن الحسين عن أبيه، عن عليّ، ولكن البخاريَّ قال: أصح الأسانيد كلها: مالك عن نافع عن ابن عمر.

وقال عبد الغني في (الكمال) منسوباً إلى النسائي: أحسنُ أسانيدَ رُوِيَ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أربعة:

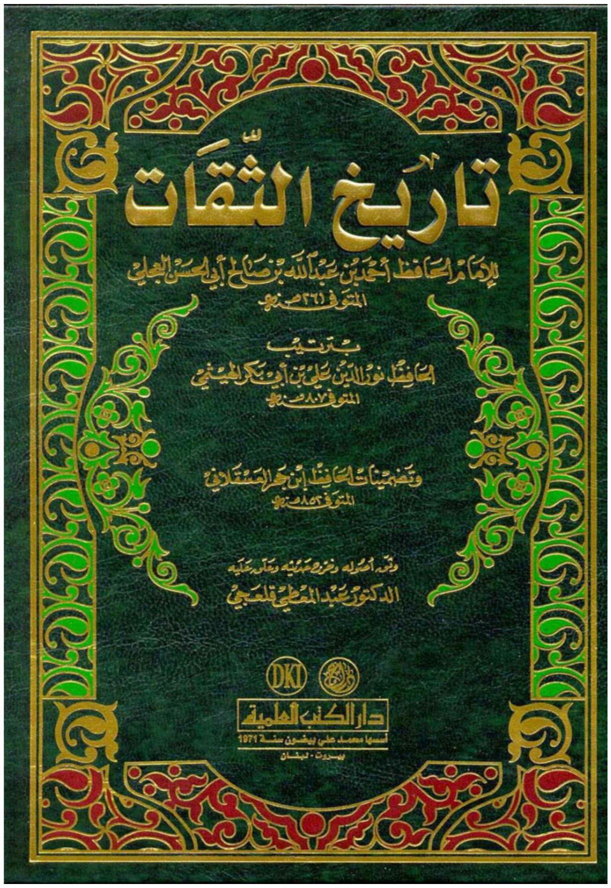

امام ابوزرعہ الرازی رحمہ اللہ (المتوفی 264) سے پوچھا گیا:

" أیُّ الإسنادِ أصحّ ؟ قال الزہری عن سالم عَنْ أَبِیہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم صحیح۔ " کون سی اسناد سب سے زیادہ صحیح ہے؟

انہوں نے فرمایا، زہری عن سالم عن ابیہ عن النبی ﷺ سب سے زیادہ صحیح ہے۔۔۔ (اور پھر دو مزید اسانید بیان کیں)۔

(ملاحظہ فرمائیں الجرح والتعدیل ابن ابی حاتم جلد 2 صفحہ 26) (نیز ملاحظہ فرمائیں سکین نمبر 10)

10

حدثنا عبدالرحمن قال سألت ابا زرعة فقلت اى الاسناد اصح؟ قال الزهرى عن سالم عن ابيه عن النبى صلى الله عليه و سلم صحيح، و منصور عن ابراهيم عن علقمة عن عبدالله عن النبى صلى الله عليه وسلم صحيح، وابن عون عن محمد بن سيرين عن عبيدة السلمانى عن على عن النبى صلى الله عليه وسلم صحيح.

حدثنا عبدالرحمن قال سألت ابا زرعة عن سهيل بن ابى صالح عن ابيه عن أبى هريرة احب اليك او العلاء بن عبدالرحمن عن ابيه عن ابى هريرة؟ قال سهيل اشبه.

حدثنا عبدالرحمن قال قلت لابى زرعة ابن ابى الزناد عن ابيه عن الاعرج عن ابى هريرة احب اليك او العلاء بن عبدالرحمن عن ابيه عن ابى هريرة، اوسهيل [بن ابى صالح ـ ١] عن ابيه عن ابى هريرة؟ قال جميعا ما اقربهم.

حدثنا عبدالرحمن قال سألت ابازرعة عن ابن ابى الزناد وورقاء و شعيب بن ابى حمزة و المغيرة بن عبدالرحمن [المدينى ـ ١] كلهم عن ابى الزناد [عن الاعرج ـ ١] عن ابى هريرة عن النبى صلى الله عليه و سلم من احب اليك منهم؟ ﴿٢١ م﴾ قال ورقاء احب الى من كلهم، قلت بعده من احب اليك؟ قال المغيرة احب الى من ابن ابى الزناد و شعيب، قلت فابن ابى الزناد و شعيب؟ قال شعيب اشبه حديثا و اصح منه.

(٢) حدثنا عبدالرحمن قال سمعت ابى يقول جاريت احمد بن حنبل من شرب النبيذ من محدثى الكوفة وسميت له عددا منهم فقال هذه زلات لهم ولا تسقط بزلاتهم عدالتهم.

(١) من م (٢) هذه الحكاية و التى تليها تاخرتا فى م الى آخر الباب الآتى «باب بيان صفة من يحتمل».

حدثنا

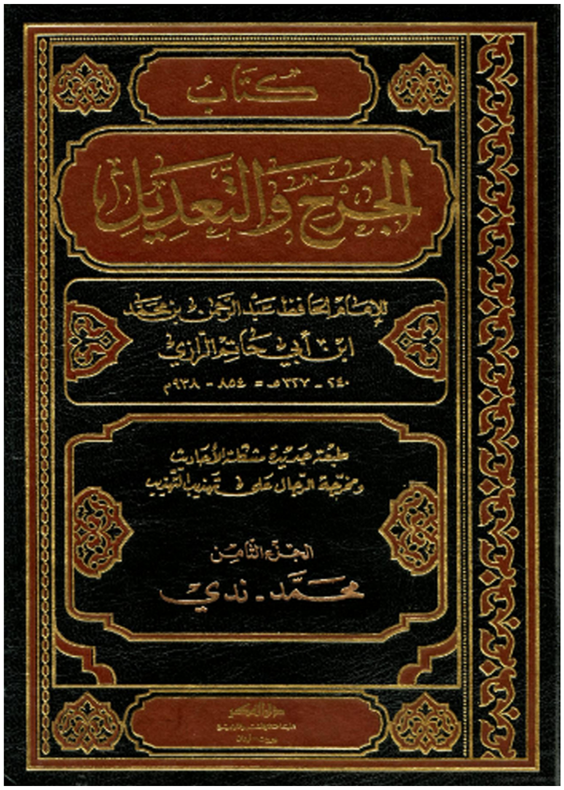

امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی 275) فرماتے ہیں:

"الزہری احب الی من الاعمش، یحتج بحدیثہ، واثبت اصحاب انس الزہری۔"

زہری مجھے اعمش سے بھی زیادہ پسند ہیں، ان کی حدیث سے حجت پکڑی جاتی ہے، اور انس رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے زہری سب سے زیادہ ثبت (ثقہ) ہیں۔

(ملاحظہ فرمائیں الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم جلد 8 صفحہ 74) (نیز ملاحظہ فرمائیں سکین نمبر 11)

11

كتاب الجرح و التعديل ٧٤ (محمد) ج ٤ ـ قسم ١

فى الناس احد اعلم بسنة (١) منه ـ يعنى الزهرى . حدثنا عبد الرحمن حدثنى ابى نا ابن الطباع نا سفيان قال قال [لى ـ ٢] ابو بكر الهذلى : قد جالسنا الحسن و ابن سيرين فما رأينا (٣) احدا اعلم منه ـ يعنى الزهرى . نا عبد الرحمن نا اسماعيل بن ابى الحارث نا احمد بن حنبل عن (٤) عبد الرزاق قال قال معمر : ما رأيت مثل الزهرى فى وجهه قط .

نا عبد الرحمن نا ابى نا هارون بن سعيد الايلى قال اخبرنى خالد [يعنى ـ ٢] بن نزار عن سفيان بن عيينة عن عمرو بن دينار قال : ما رأيت اعلم من الزهرى ـ ولقى رجالا . حدثنا عبد الرحمن نا صالح ابن احمد بن محمد بن حنبل نا على يعنى ابن المدينى ـ قال سمعت سفيان يقول : لم ارمن هؤلاء افقه من الزهرى وحماد و قتادة [نا محمد بن احمد ابن البراء قال قال على ابن المدينى : لم يكن بالمدينة بعد كبار التابعين اعلم من ابن شهاب و يحيى بن سعيد وابى الزناد و بكير بن عبد الله بن الاشج ـ ٢] . نا عبد الرحمن حدثنى ابى نا هارون بن سعيد قال اخبرنى خالد ابن نزار قال سمعت مالكا يقول : اول من اسند الحديث ابن شهاب . نا عبد الرحمن حدثنى ابى نا هارون قال اخبرنى خالد عن سفيان قال : كان الزهرى اعلم اهل المدينة . نا عبد الرحمن سمعت ابى يقول : الزهرى احب الى من الاعمش ، يحتج بحديثه ، و اثبت اصحاب انس الزهرى . نا عبد الرحمن قال سئل ابوزرعة عن الزهرى وعمرو بن دينار فقال : الزهرى احفظ (٥) الرجلين . نا عبد الرحمن قال سمعت ابى يقول قلت لابراهيم بن موسى بن شهاب الزهرى عندك فقيه ؟ فقال نعم فقيه ـ و جعل يفخم امره .

٣١٩ ـ محمد (٤٩ م ٥) بن مسلم المكى ابو الزبير و هو ابن مسلم بن تدرس مولى حكيم بن حزام القرشى روى عن جابر بن عبد الله وابن

(١) م « بالسنة » (٢) من م (٣) ك « فما رأيت » (٤) م « نا » (٥) م « اثبت » .

عمر

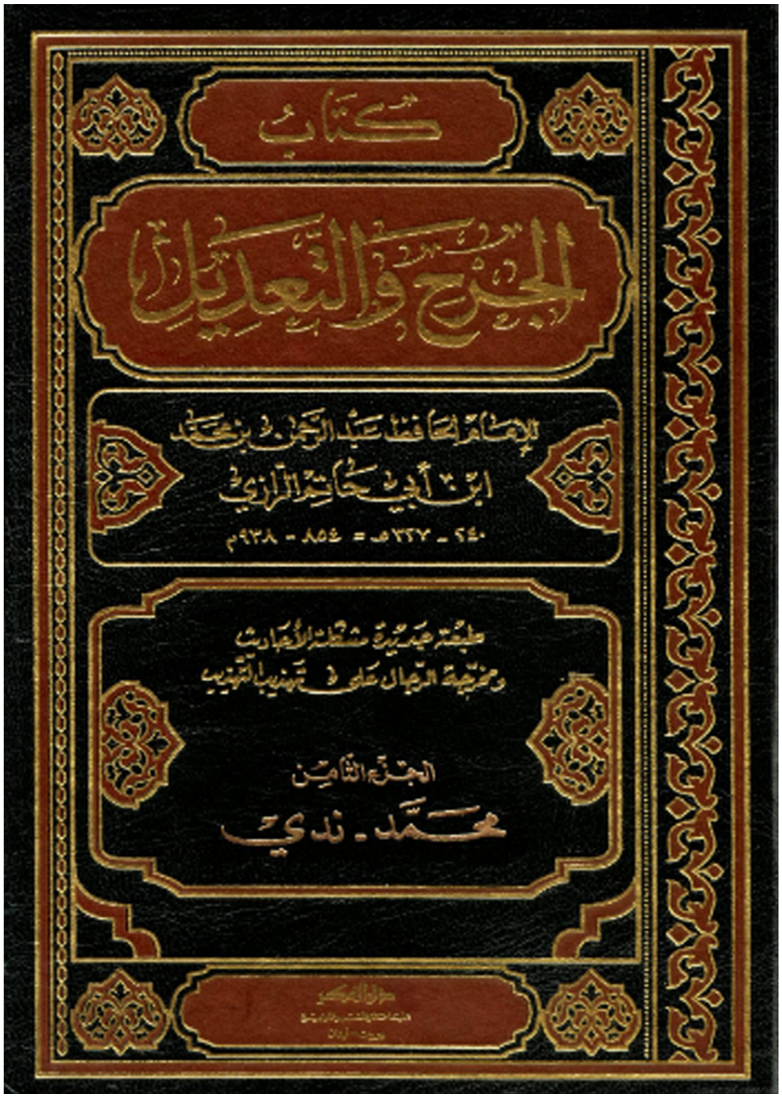

امام شمس الدین الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی 748) نے سیر اعلام النبلاء میں 24 صفحات پر مشتمل امام زہری کی تفصیلی سیرۃ لکھی، اور فرمایا:

"الإِمَامُ، العَلَمُ، حَافِظُ زَمَانِہ" یعنی علم کے امام فرمایا ہے انہیں۔

(ملاحظہ فرمائیں سیر اعلام النبلاء جلد 5 صفحہ 326)

(نیز ملاحظہ فرمائیں سکین نمبر 12)

12

وعنه ابنه الحسن، وحجاج بن أرطاة، وقُرة بن خالد، وزكريا بن أبي زائدة، ومِسْعَر، وخلق.

وكان شيعياً توفي سنة إحدى عشرة.

١٦٠ ـ أخبار الزهري * (ع)

محمد بن مسلم بن عُبيد الله بن عبد الله بن شهاب بن عبد الله بن الحارث بن زُهرة بن كِلاب بن مرة بن كعب بن لؤي بن غالب، الإمامُ العلم، حافظ زمانه أبو بكر القرشي الزهري المدني نزيل الشام.

روى عن ابن عُمر، وجابر بن عبد الله شيئاً قليلاً، ويَحْتمِلُ أن يكون سمع منهما، وأن يكون رأى أبا هريرة وغيره، فإن مولده فيما قاله دحيم وأحمد بن صالح في سنة خمسين، وفيما قاله خليفة بن خياط: سنة إحدى وخمسين.

وروى عنبسة: حدثنا يونس بن يزيد، عن ابن شهاب، قال: وفدتُ إلى مروان، وأنا مُحتلِمٌ، فهذا مطابق لما قبله، وأبى ذلك يحيى بن بُكير، وقال: وُلِدَ سنة ست وخمسين حتى قال له يعقوب الفَسوي، فإنَّهم يقولون: إنه وفد إلى مروان، فقال: هذا باطل، إنما خرج إلى عبد الملك بن مروان، وقال: لم يكن عنبسة موضعاً لكتابة الحديث.

قال أحمد العجلي: سمع ابنُ شهاب من ابن عمر ثلاثة أحاديث، وقال عبد

* طبقات خليفة: ٢٦١، التاريخ الكبير ٢٢٠/١، التاريخ الصغير ٣٢٠/١، تاريخ الفسوي ٦٢٠/١، الجرح والتعديل ٧١/٨، معجم المرزباني: ٣٤٥، حلية الأولياء ٣٦٠/٣، ٣٨١، طبقات الشيرازي: ٦٣، تهذيب الأسماء ٩٠/١، ٩٢، وفيات الأعيان ١٧٧/٤، ١٧٩، تهذيب الكمال ١٢٦٨، تاريخ الإسلام ١٣٦/٥، تذكرة الحفاظ ١٠٨/١، ١١٣، ميزان الاعتدال ٤٠/٤، العبر ١٥٨/١، البداية ٣٤٠/٩، ٣٤٤، طبقات القراء ٢٦٢/٢، صفة الصفوة ٧٧/٢، تهذيب التهذيب ٤٤٥/٩، النحوم الزاهرة ٢٩٤/١، طبقات الحفاظ: ٤٢، ٤٣، خلاصة تذهيب الكمال ٣٥٩، شذرات الذهب ١٦٢/١.

٣٢٦

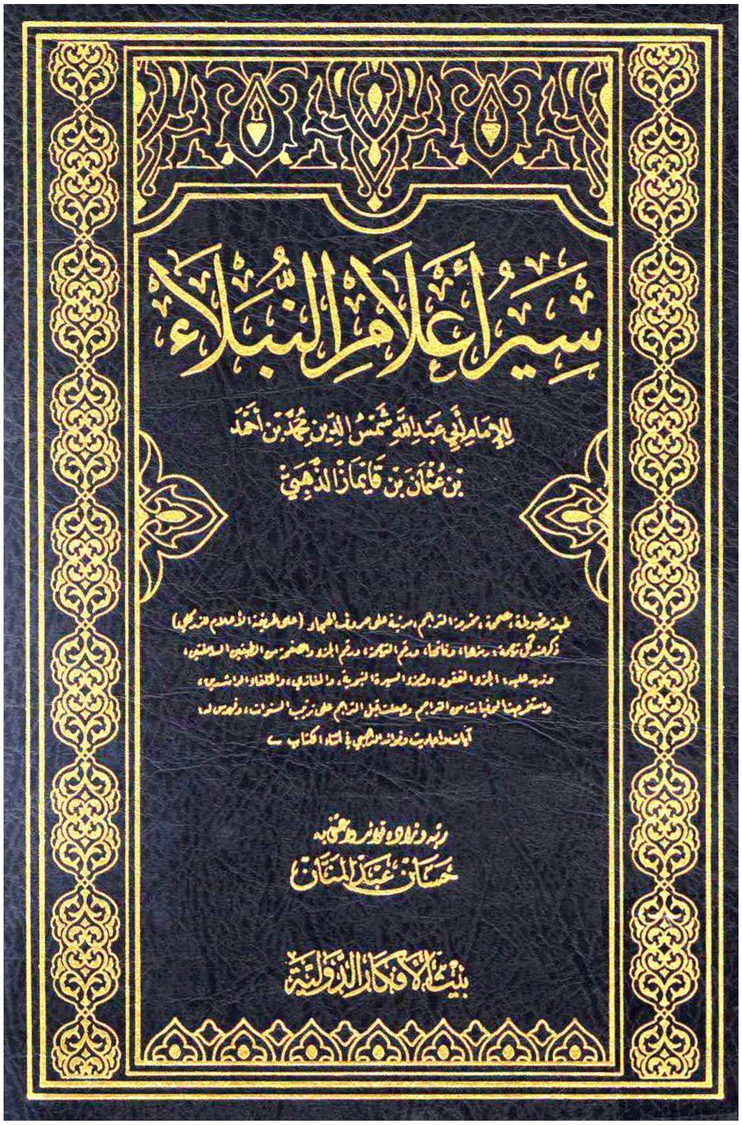

قارئین کرام! اب ذرا تدلیس کے حوالے سے بھی ملاحظہ فرمائیں جس کو غامدی صاحب نے امام زہری رحمہ اللہ سے روایات قبول نہ کرنے میں درج کیا ہے۔

امام زہری رحمہ اللہ اور تدلیس

جناب غامدی صاحب نے امام زہری رحمہ اللہ کی روایات قبول نہ کرنے کی جو تین وجوہات بیان کی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ تدلیس کرتے ہیں۔

غامدی صاحب لکھتے ہیں......."صحاح میں یہ اصلاً ابن شہاب زہری کی وساطت سے آئی ہیں۔ائمہ رجال انھیں تدلیس اور ادراج کا مرتکب تو قرار دیتے ہی ہیں، اس کے ساتھ اگر وہ خصائص بھی پیش نظر رہیں جو امام لیث بن سعد نے امام مالک کے نام اپنے ایک خط میں بیان فرمائے ہیں تو ان کی کوئی روایت بھی، بالخصوص اس طرح کے اہم معاملات میں، قابل قبول نہیں ہو سکتی۔"

غامدی صاحب جن ائمہ رجال پر اعتماد کرتے ہوئے امام زہری رحمہ اللہ کو تدلیس اور ادراج کا مرتکب قرار دے رہے ہیں وہی ائمہ رجال امام زہری رحمہ اللہ کی روایات کو قبول کرتے ہیں۔ صحاحِ ستہ کے مؤلفین نے امام زہری رحمہ اللہ سے روایات لی ہیں اور ائمہ جرح وتعدیل نے ان پر صحیح کا حکم بھی لگایا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ محدثین ورجال کے نزدیک امام زہری رحمہ اللہ کی روایات مردود نہیں بلکہ مقبول ہیں۔ امام زہری رحمہ اللہ کی 'سبعۃ احرف' کی جس روایت پر غامدی صاحب تنقید کر رہے ہیں اور اس کو مردود قرار دے رہے ہیں' وہ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ جس کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ علم حدیث میں غامدی صاحب کا مقام ومرتبہ کیا ہے یا ان کی خدمات کیا ہیں جس کی بنیاد پر وہ صحیح بخاری کی روایات کو مردود کہہ رہے ہیں؟ امام بخاری رحمہ اللہ کہہ رہے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے اور ان کی رائے کو قبول کیا جائے تو بات سمجھ میں بھی آتی ہے' کیونکہ وہ حدیث کے امام ہیں۔ اسی طرح اگر امام دارقطنی رحمہ اللہ صحیح بخاری کی روایات پر تنقید کریں تو بات سمجھ میں بھی آتی ہے' کیونکہ وہ اس کے اہل بھی ہیں اور فنِ حدیث اور اس کی اصطلاحات کی روشنی میں ہی روایات پر بحث کرتے ہیں' لیکن غامدی صاحب جیسے محقق اگر صحیح بخاری کی روایات کو مردود کہنے لگ جائیں تو علم دین کا اللہ ہی حافظ ہے' کیونکہ نہ تو وہ فنِ حدیث اور اس کی اصطلاحات سے کما حقہ واقف ہیں اور نہ ہی وہ اس کے طے شدہ اصولوں کی روشنی میں احادیث کے بارے میں فیصلہ کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں چند مزید پہلوؤں کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے:

1: پہلی بات تو یہ ہے کہ صرف تدلیس کوئی ایسا عیب نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے کسی راوی کی روایات کو مردود قرار دیا جائے۔

امام ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان التدلیس لیس کذبا وانما ھو ضرب من الایھام بلفظ محتمل

''تدلیس جھوٹ نہیں ہے' یہ تو محتمل الفاظ کے ساتھ ابہام کی ایک قسم ہے''۔

2: دوسری بات یہ ہے کہ امام زہریؒ کی تدلیس وہ تدلیس نہیں ہے جس معنی میں متاخرین اس کو تدلیس کہتے ہیں' بلکہ وہ ارسال کی ہی ایک قسم ہے جس کو بعض متقدمین نے تدلیس کہہ دیا۔

شیخ ناصر بن احمد الفہد لکھتے ہیں:

"لم اجد احدا من المتقدمین وصفہ بالتدلیس غیر ان ابن حجر ذکر ان الشافعی والدارقطنی وصفاہ بذلک والذی یظھر انھما ارادا الارسال لا التدلیس بمعناہ الخاص عند المتاخرین او انھم ارادوا مطلق الوصف بالتدلیس غیر القادح... وھو من اھل المدینۃ و التدلیس لا یعرف فی المدینۃ۔"

"میں نے متقدمین میں سے کسی ایک کو بھی نہیں پایا جس نے امام زہری رحمہ اللہ کو تدلیس سے متصف کیا ہو' صرف ابن حجر رحمہ

اللہ نے لکھا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ان کو تدلیس سے متصف کیا ہے۔اور صحیح بات یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ ارسال کے مرتکب تھے نہ کہ اس معنی میں تدلیس کے کہ جس معنی میں یہ متاخرین میں معروف ہے یا ان کا مقصد امام زہری رحمہ اللہ کو مطلقاً ایسی تدلیس سے متصف کرنا تھا جو کہ عیب دار نہ ہو۔۔امام زہری رحمہ اللہ اہل مدینہ میں سے ہیں اور اہل مدینہ میں تدلیس معروف نہ تھی۔"

3: تیسری بات یہ کہ امام زہری رحمہ اللہ سے تدلیس شاذو نادر ہی ثابت ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"کان یدلس فی النادر"

''وہ شاذونادر ہی تدلیس کرتے تھے''۔

باقی ابن حجر رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ امام زہری رحمہ اللہ تدلیس میں مشہور تھے' صحیح نہیں ہے' کیونکہ متقدمین میں سے کسی نے بھی یہ بات نہیں کی۔

شیخ ناصر بن حمد الفہد لکھتے ہیں:

ویعسر اثبات تدلیس الزھری (التدلیس الخاص) فضلاعن ان یشتھر بہ

''امام زہری رحمہ اللہ کے بارے میں تدلیس (تدلیس خاص) کو ثابت کرنا ہی مشکل ہے چہ جائیکہ یہ دعویٰ کیا جائے کہ وہ تدلیس میں مشہور تھے۔''

امام صنعانی رحمہ اللہ نے بھی ابن حجر رحمہ اللہ پر یہ اعتراض وارد کیا ہے کہ انھوں نے امام زہری رحمہ اللہ کا شمار مدلسین کے تیسرے طبقے میں کیوں کیا ہے!

امام صنعانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فما کان یحسن ان یعدہ الحافظ ابن حجر فی ھذہ الطبقۃ بعد قولہ انہ اتفق علی جلالتہ واتقانہ۔"

''یہ بات اچھی نہیں ہے کہ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام زہری رحمہ اللہ کو تیسرے طبقے میں شمار کیا' جبکہ خود ابن حجر کا امام زہری رحمہ اللہ کے بارے میں یہ قول موجود ہے کہ ان کے علمی مقام اور حافظے کی پختگی پر محدثین کا اتفاق ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆